تزکیۂ نفس

اَرشد کمال☆

قرآن: روح کی غذا!

انسان روح اور جسم کا مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم دونوں کی خوراک کا بندوبست بھی وہیں سے فرمایا ہے جہاں سے ان کا خمیر اُٹھایا، انسانی جسم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے تخلیق فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيَ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿7﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ [السّجدة: ۷، ۸]

''(وہ ذات) جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی، پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی۔''

ایک دوسرے مقام پر زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طه: ۵۵]

''اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں واپس لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے۔''

جب انسانی جسم کا خمیر زمین سے اُٹھایا گیا ہے تو اس کی جسمانی خوراک کا انتظام بھی اسی زمین سے کیا گیا ہے:

﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿24﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿25﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿26﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿27﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿28﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿29﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿30﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿31﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴾ [عبس: ۲۴ تا ۳۲]

''انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کو دیکھے، کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر زمین کو اچھی طرح پھاڑا، پھر اس میں سے اناج اُگائے، اور انگور اور ترکاری، اور زیتون اور کھجور، اور

☆ سابق متعلّم کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ

گنجان باغات، اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی اُگایا)، تمہارے استعمال اور فائدے کے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔"

معلوم ہوا کہ جسم کا تعلق زمین سے ہے اسی لیے اس کی خوراک بھی زمین میں پھیلا دی گئی ہے۔ اس کے برعکس روح جو ایک لطیف چیز ہے، اس کا تعلق آسمان سے ہے تو اس کی خوراک کا بندوبست بھی آسمان ہی سے ہوا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں موجود تھا، آپ ﷺ اس وقت کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، کہ چند یہودیوں کا گزر ہوا، ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان (نبی کریم ﷺ) سے روح کی بابت استفسار کرو۔ انہی میں سے کسی نے کہا کہ ایسا سوال کیوں کرتے ہو؟ کوئی اور بولا کہیں وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو تمہیں ناگوار گزرے۔ بالآخر ان میں یہ طے پایا کہ پوچھ ہی لینا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے رسولِ کریم ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے اور ان کے سوال کا جواب نہ دیا۔ میں (عبداللہ رضی اللہ عنہ) سمجھ گیا کہ اس وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے، لہٰذا میں اپنی جگہ کھڑا رہا، جب وحی کا نزول ختم ہوا تو رسولِ کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ [بني إسرائيل: ٨٥] "اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔ [صحيح البخاري: ۴۷۲۱، صحيح مسلم: ۲۷۹۴]

اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جنہوں نے روح کی بابت سوال کیا تھا۔ جواب یہ دیا گیا کہ روح اللہ تعالیٰ کا اَمر (حکم) ہے، اس کے متعلق زیادہ تردّد کی ضرورت نہیں، کیونکہ تمہارے پاس جو علم ہے وہ اللہ کے علم کے مقابلے میں انتہائی قلیل ہے۔ روح کی مکمل کیفیت کا علم تو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام سمیت کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا۔

جسم کا تعلق زمین سے ہے، اور یہ مرنے کے بعد ایک مقررہ وقت تک کیلئے زمین ہی

میں چلا جائے گا، جیسا کہ گزشتہ سطور میں 'سورۂ طٰہٰ' کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

روح کا تعلق آسمان سے ہے، اس لیے مرنے کے بعد اسے آسمانوں پر ہی لے جایا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوا: اُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُخْرُجِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اُدْخُلِي حَمِيدَةً وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ......» [سنن ابن ماجه: ٤٢٦٢، قال الألباني: صحيح]

"فرشتے روح قبض کرنے کے لیے جب مرنے والے کے پاس آتے ہیں تو اس کے نیک اور صالح ہونے کی صورت میں کہتے ہیں: اے پاک روح! تو پاک جسم میں تھی اب تو جسم سے نکل جا، تو تعریف کے لائق ہے، اللہ کی رحمت سے خوش ہو جا، تیرے لیے جنت کی نعمتیں ہیں، تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ فرشتے مرنے والے کو مسلسل ایسے ہی کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ روح جسم سے نکل آتی ہے، پھر فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، آسمان کے دروازے اس کے لیے کھولے جاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے: یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں آدمی ہے، جواب میں کہا جاتا ہے: اس پاک روح کے لیے خوش آمدید (دنیا میں) یہ پاک جسم میں تھی (اے پاک روح! آسمان کے دروازے میں) خوشی خوشی داخل ہو جا، تیرے لیے اللہ کی رحمت کی بشارت ہے، جنت کی نعمتوں سے خوش ہو جا اور راضی ہونے والے رب (سے ملاقات) کی تجھے مبارک ہو، (ہر آسمان کے دروازے سے گزرتے ہوئے) اسے مسلسل یہی خوش خبریاں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ روح اس (آخری) آسمان تک پہنچ جاتی ہے جس میں اللہ عزوجل ہیں ......"

معلوم ہوا کہ روح کا تعلق زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے ہے، لہٰذا جب ا

آسمان سے ہے تو اس کی خوراک بھی آسمان ہی سے آنی چاہیے تھی۔ ج"

روح کی خوراک کا بندوبست بھی آسمانوں سے ہی کیا۔

جسم کو جب خوراک ملتی ہے تو وہ صحت مند ہوتا ہے، بڑھتا ہے، پھلتا پھولتا ہے۔ بالکل ایسے ہی روح کو جب اس کی غذا پہنچتی ہے تو روح بھی خوش وخرم، صحت مند اور تروتازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الأنفال: ٢]

''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔''

قرآن مجید روح کی غذا ہے، اسی مناسبت سے اسے 'روح' بھی کہا گیا ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ... ﴾ [الشّورىٰ: ٥٢]

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کو اُتارا ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں روح سے مراد قرآن پاک ہے۔

[صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، سورة حم عسق]

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

''روح سے مراد قرآن ہے یعنی جس طرح آپ ﷺ سے پہلے اور رسولوں پر ہم وحی کرتے رہے اسی طرح ہم نے آپ پر قرآن کی وحی کی ہے۔ قرآن کو روح سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی حاصل ہوتی ہے جیسے روح میں انسانی زندگی کا راز مضمر ہے۔[1]

مالک بن دینار رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''اے قرآن والو! تمہارے دلوں میں قرآن نے کیا چیز اُگائی ہے؟ بلا شبہ قرآن دلوں کے لیے بہار ہے جیسے بارش زمین کے لیے رونق کا باعث ہے۔''[2]

صرف قرآن کو ہی روح نہیں کہا گیا بلکہ اس فرشتے کو بھی، جس فرشتے کے ذریعے

---

[1] تفسیر اَحسن البیان: ص ۶۴۰، حاشیہ ۲، طبع دارُ السلام

[2] تفسير القرطبي: ١٦/ ٥٠.

قرآن کریم اُتارا گیا، روح الامین سے ملقب کیا گیا۔

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿192﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ﴿193﴾ عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ﴿194﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ ﴿195﴾ وَاِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿196﴾ اَوَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴾ [الشعرآء: ۱۹۲تا۱۹۷]

''اور بلا شبہ یہ (قرآن) ربّ العٰلمین کا نازل فرمایا ہوا ہے، اسے روح الامین (جبرائیل) لے کر آیا ہے، آپ کے دل پر اُترا ہے کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، صاف عربی زبان میں ہے، اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس (قرآن) کا تذکرہ ہے، کیا انہیں یہ نشانی کافی نہیں کہ اس (قرآن کی حقانیت) کو تو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔''

یہاں جبرئیل علیہ السلام کو 'روح امین' کا لقب دیا گیا ہے، کیونکہ وہ روح کی غذا، قرآن مجید لے کر حاضر ہوتے تھے۔

جسم کو اگر اس کی اصل غذا روٹی، پانی اور پھل وغیرہ نہ ملیں تو وہ کمزور ہو جاتا ہے، پھر اگر اس جسم کو نشہ آور اشیا مثلاً شراب، ہیروئن، افیون اور سگریٹ وغیرہ دیں تو اس میں مختلف قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اور اس کے گھل گھل کر ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ جسم اصل خوراک کے بجائے مہلک اور مضر اَشیاء استعمال کر رہا ہے۔

اسی طرح اگر روح کو اس کی اصل غذا قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ نہ ملے تو روح بیمار ہو جاتی ہے، اور پھر اگر اُسے اصل غذا، جو کہ آسمان سے آئی تھی، کی بجائے موسیقی، ساز باجے، فلم اور گانے وغیرہ ملیں تو روحانی طاقت بتدریج سلب ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد ہے:

« إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّىٰ تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾ [سنن الترمذي: ۳۳۳۴، وقال: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ]

''بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور

اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ دھبہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے (یوں) کیا ہے: ''ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اس بنا پر جو وہ (برے) اعمال کماتے ہیں۔''

آج ہمارے ہاں نام نہاد روشن خیالی کا نعرہ لگانے والے اور انسانیت کے نام نہاد ہمدرد کہتے ہیں کہ روح کی غذا قرآن نہیں بلکہ موسیقی ہے، اور پھر افسوس تو ان نام نہاد متجدّدین اور محققین پر ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی (نعوذ باللہ) موسیقی سے دِل بہلایا کرتے تھے۔

پیٹوں جگر کو یا سمجھاؤں دل کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

حالانکہ موسیقی روح کی غذا نہیں اور نہ ہی دینِ اسلام اس ملعون اور ناپاک آواز کو سننے کی اجازت دیتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ [الأعراف: ١٥٧]

''اور وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتا اور گندی چیزوں کو حرام کر دیتا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نَغْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ »

[مجمع الزّوائد: ٣/١٣، وسندهٗ صحيحٌ إن شآء الله]

''دو طرح کی آوازوں پر دنیا اور آخرت میں (اللہ کی) لعنت ہے: گانے کے وقت راگ اور مصیبت کے وقت بین۔''

خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے کے اُستاد کو لکھا:

''تمہاری تعلیم میں پہلا عقیدہ ان لوگوں کا یہ ہونا چاہیے کہ لَہْو کی چیزوں سے سخت نفرت رکھیں۔ لَہْو کا آغاز شیطان سے ہے اور اس کا انجام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ میں نے ثقہ علما سے سنا ہے کہ باجوں کی محفل میں جانا، راگ سننا اور ان کا دلدادہ ہو رہنا، دل میں ایسے نفاق اُگاتا ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے۔''[1]

---

[1] تلبیس إبلیس: ص٣٤٧.

موسیقی روح کی غذا ہو بھی کیسے سکتی ہے جبکہ اسے رسول کریم ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے، شہوانیت اس سے غالب آتی ہے اور روحانیت مغلوب ہو جاتی ہے، نفاق اور قساوت پیدا کرنے میں یہ اہم کردار ادا کرتی ہے، عبادات کی لذت پر ڈاکہ ڈالتی ہے، اور اس نے مسلمان بچیوں کے حجاب اور حیا کا جنازہ نکال دیا ہے۔

روح کی اصل غذا قرآن مجید ہے، لیکن جب اسے اصل غذا نہ ملے تو روح مردہ ہو جاتی ہے جس طرح جسم بیمار ہو جائے تو نظام انہضام درست نہیں رہتا، معدہ کوئی غذا قبول نہیں کرتا، روٹی یا کوئی اور چیز کھائی فوراً قے آ گئی۔ ایسے ہی مسلسل گانے، راگ اور لغویات سننے، فحش مناظر دیکھنے اور بے ہودہ رسائل پڑھنے سے روح بیمار ہو جاتی ہے، پھر اسے اپنی اصل غذا ہضم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ آج اکثر افراد یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ جناب! قرآن پاک تو ہم پڑھتے ہیں مگر سرور نہیں آتا، نمازوں میں دل نہیں لگتا، ذکر الٰہی سے اکتاہٹ ہونے لگتی ہے...... ایسا کیوں ہے؟!

اس کی واحد وجہ یہی ہے کہ جب روح کو اس کی خوراک نہ ملی تو روح بیمار ہو گئی، بیماری کا دھبہ لگ گیا: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾

اب یقیناً روح اتنی دیر تک اپنی اصل خوراک قبول نہیں کرے گی جب تک کہ اس کا علاج نہ کرلیا جائے، مگر یاد رکھئے! علاج کیلئے کسی ایسے طبیب سے رابطہ کریں جو واقعتاً روح کا معالج ہو، کیونکہ بازارِ دنیا میں کئی جعلساز اپنی اپنی دُکانداری کھول کر بیٹھے ہیں، مقصد لوگوں کی اصلاح نہیں، انہی میں کوئی مذہبی لبادہ اوڑھ کر بیٹھا لوگوں کے دین و دنیا کو تباہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ایک مثال یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ [العنکبوت: ۴۱]

''جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو ایک گھر بنا لیتی ہے حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے، کاش کہ وہ جان لیتے۔''

مکڑی اپنا گھر تانے سے بناتی ہے، اس کا یہ گھر اتنا کمزور ہوتا ہے کہ پھونک مارنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اپنا گھر اس لیے بناتی ہے تاکہ اس میں مکھی کا شکار کیا جائے (یعنی شکار کو پھنسانے کے لیے یہ جال بنتی ہے)، مکڑی، بڑی معصومیت سے، ایک طرف ہو کر شکار کے انتظار میں بیٹھ جاتی ہے، جب شکار آ جاتا ہے تو مکڑی اسے پکڑ کر اس کا خون چوس لیتی ہے، جب اسے تسلی ہو جاتی ہے کہ مکھی اب ختم ہو چکی ہے تو اس کے ڈھانچے کو پھینک دیتی ہے۔

بالکل ایسے ہی وہ لوگ ہیں جو وحی سے راہنمائی حاصل نہیں کرتے، فحش اَدب اور درآمدی ثقافت نے ان کی روحیں بیمار کر دی ہیں، وہ اپنی بیماری کا علاج کرانے ایسے ہی نام نہاد پیروں، فقیروں اور ملنگوں کے پاس جاتے ہیں جو اسی تاک میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کوئی شکار ان کے جال میں آئے جسے پکڑ کر وہ اس کی رہی سہی ایمانی قوت چوس لیں۔

ہم دوبارہ اصل مضمون کی طرف پلٹتے ہیں، یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ روح جب اپنی اصل خوراک قبول نہ کرے تو کسی ایسے طبیب سے رابطہ کرنا چاہیے جو اس کا ماہر ہو، جب ہم کائنات میں نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں اس بیماری کے علاج کے لئے کامل حکیم ایک ہی نظر آتا ہے، جس کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ (فداہ اَبی واُمی) ہے، ان کی حکمت بھی وہیں سے اُتری ہے جہاں سے روح کی غذا نازل ہوتی ہے، جو اپنی خواہش سے تکلم کرتے ہی نہیں، جو کچھ ان کی زبانِ اَقدس سے نکلتا ہے وہ وحی ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ [آل عمران: ۱۶۴]

''اور وہ انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

تمام روحانی مریض، اپنی بیمار روحوں کا علاج تعلیماتِ نبوی ﷺ سے ہی کر سکتے ہیں۔

بسا اوقات انسانی جسم کی خوراک چوپائے، پرندے اور درندے بھی کھا جاتے ہیں، اور وہ کھاتے کم ہیں ضائع زیادہ کرتے ہیں، یہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی خوراک کو بھول جائے، اس سے غفلت برتے۔

آج یہی سلوک بعینہٖ ہماری روحانی غذا (قرآن مجید) کے ساتھ ہو رہا ہے، امریکی

بھیڑیئے، اسرائیلی درندے اور دیگر غیر مسلم اقوام چوپایوں کی طرح ہماری روحانی خوراک کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں، کہیں قرآن مجید کو شہید کر کے اس کے مقدس اوراق گندی نالیوں میں بہائے جا رہے ہیں، کہیں ان کو ٹوائلٹ پیپر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور کہیں ان مقدس اوراق کو نیچے بچھا کر بنتِ مسلم کی عصمت دَری کی جا رہی ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ دیگر مذہبی کتب بھی تو موجود ہیں ان کے ساتھ ایسا کیوں نہیں کیا جاتا؟ یہ ناروا سلوک صرف اللہ کی نازل کردہ آخری اِلہامی کتاب قرآن مجید ہی کے ساتھ کیوں؟

اس کی ایک وجہ تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ خوراک میں کیڑے اسی وقت پڑتے ہیں جب اس سے بے رخی برتی جائے اور اس کی طرف توجہ نہ کی جائے، آج ہم نے قرآن پاک اور اس کی بیان کردہ تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے، اسے صرف عدالت اور پنچائیت میں حلف اُٹھانے کے لیے، فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کیلئے اور گھروں میں برکت وغیرہ کیلئے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ قرآن حکیم کی با قاعدہ تلاوت، اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔ ہم بظاہر قرآن سے محبت تو کرتے ہیں مگر عملی میدان میں غیروں کے دَر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، قرآن اور صاحبِ قرآن کے بتائے ہوئے قوانین چھوڑ کر انہی اَعدائے قرآن کا تھوکا ہوا چاٹتے ہیں۔

سچ بتایئے! آج ہمارے ملک میں، ہمارے شہروں اور بستیوں میں، ہمارے گھروں میں عملاً کون سا قانون غالب ہے؟ روزِ قیامت رسول کریم ﷺ اپنی امت کے انہی افراد کے خلاف اللہ اَحکم الحاکمین کی عدالت میں استغاثہ دائر فرمائیں گے:

﴿ وَقَالَ الرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴾ [الفرقان: ۳۰]

''اور رسول ﷺ کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری اُمت نے اس قرآن حکیم کو چھوڑ رکھا تھا۔''

غیر مسلموں نے کبھی جسمانی خوراک کے ضمن میں یہ سلوک نہیں کیا، ورنہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں سے رابطہ ختم کر لو، تمام مسلمانوں پر پابندیاں لگا دو، ان کو خوراک کی فراہمی بند کر دو، مگر وہ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ اپنا غصہ صرف

قرآن پر ہی اُتارتے ہیں؟ کبھی اس پر پابندیاں لگانے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی ان کے پادری گرجا گھروں کے باہر یہ تختی لکھ کر لگا دیتے ہیں کہ قرآن (معاذ اللہ) غلیظ ترین کتاب ہے۔

آج جو کچھ کتاب مبین کے ساتھ ہو رہا ہے، اس کے ذمہ دار ہم سب ہیں۔ ان لوگوں نے ہماری ایمانی غیرت کو للکارا ہے، آپ اندازہ کرلیں کہ اس وقت ساٹھ کے قریب آزاد مسلم ریاستیں ہیں، مگر کسی ریاست کے حکمران کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ وہ ان پاجیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ پوچھ سکے کہ تم لوگ قرآن مجید کے ساتھ اس قسم کی گھٹیا حرکتیں کیوں کرتے ہو؟!

یہ جرأت اور ہمت ختم کیوں ہوگئی؟ اس لیے کہ روح کی اصل غذا اسے نہیں ملی، طبیب انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جسم و روح کیلئے جو تدابیر و تعلیمات دی تھیں انہیں پس پشت ڈال دیا گیا، ایسا کرنا تھا کہ اندر سے غیرتِ ایمانی کا جنازہ نکل گیا۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

لمحۂ فکریہ

رمضان کا مبارک مہینہ ہم پر سایۂ فگن جس کی فضیلت میں لاکھوں صفحات سپردِ قلم ہو رہے ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے روز مرہ کے افعال و اَعمال میں کیا قابل ذکر تبدیلی واقع ہوئی ہے اور وہ کون سے اعمال ہیں کہ ہم قبل اَزیں ان سے غافل تھے لیکن آج انہیں باہتمام بجا لا رہے ہیں۔ تلاوتِ قرآنِ پاک کی کیا مقدار ہے؟ اَذکارِ صبح و شام کا کیا حال ہے؟ نفلی اور فرضی نمازوں کی کیا صورت ہے؟ قلب و ضمیر میں کیا خیالات گردش کر رہے ہیں؟ اور ذہن و دماغ میں کیا سوچیں ہیں؟ اگر ان اَعمال میں بہتری آئی ہے تو صد شکر! اور اگر اپنی سابقہ حالت میں برقرار تو اَفسوس دَر اَفسوس! کہ یہ سب کچھ خیالِ خراب کا ایک سراب ہے جس کا عمل و حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ محاسبۂ نفس ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔